ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)
ماخذ تحقیقی مجلہ

نازیہ کنول
اسکالر، پی ایچ ڈی اردو، نمل اسلام آباد
ڈاکٹر صائمہ نذیر
اسسٹنٹ پروفیسر اردو، نمل اسلام آباد

اُردو سفر ناموں میں بلوچستان کی عورت کے کردار کا غائر مطالعہ

Nazia Kanwal
Scholor Phd Urdu, NUML Islamabad.
Dr. Saima Nazir
Assistant Professor Urdu, NUML Islamabad.

A Study of Baloch Woman's Character in Urdu Travelogues.

Balochistan is a remote and underdeveloped region replete with the wealth old culture and civilization. Our Urdu travelogue writers have splendidly explored this treasure in their writings. These writers have adroitly portrayed such an excellent depictionof this distant region which rightly demonstrates the overall picture of Balochistan in terms of its old culture, civilization and life style. Urdu travelogues have brought every nook and corner of Balochistan's civilization and culture at forefront. The topic of Baloch woman is in itself an embodiment of oppressed woman. This poor daughter of Eve not only carries the burden of life but bears the brunt of associated burdens and reflects the pitiable and suppressed being. Our writers have truly brought at surface the injustices meted out to Baloch woman and provided the readers of literature invaluable stock of information regarding miserable condition of Baloch woman. These writers have given voice to the oppressd woman and provided her place in their writings which helped her message to reach out to the readers. This article has attempted to unmask the unique culture of Baluchistan. The article under study will deeply analyze the miseries of Baloch woman.

Travelogue is primary genre of urdu literature which consists of observable incidents. A travelogue writer notes down his/her first hand and empirical observation which testifies the worth of this genre.

Keywords: *Urdu travelogue, oppressed woman of Balochistan, Ancient civilization and culture, mirror/reflection of Balochistan Stranger in own homeland, Kallat's travelogue.*

بلوچستان ایک پس ماندہ اور دور افتادہ خطہ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اندر قدیم تہذیب و ثقافت کا ایک جہاں سمیٹے ہوئے ہے۔ جسے کھوجنے کی صحیح معنوں میں سعی ہمارے اُردو سفر نامہ نگاروں نے کی ہے اُردو سفر نامہ نگاروں نے اس کی ایسی دل کش تصویر پیش کی ہے۔ جس نے بلوچستان کے تمام ثقافتی پہلوؤں کو پوری طرح واضح کر دیا ہے اور ان کے یہ کارنامے اُردو ادب کے قد میں اضافے کا موجب ثابت ہوئے ہیں۔

اُردو سفر نامہ نگاروں نے بلوچستان کے چپے چپے کو سامنے لانے میں اہم کردار نبھایا ہے۔ اُردو سفر نامہ نگاروں نے بلوچستان کی ثقافت کے ہر پہلو کو سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔ بلوچستان کی عورت کو اگر موضوعِ گفتگو بنایا جائے تو مظلومیت کی ایک چلتی پھرتی مورت نظر آئے گی۔ اس بنتِ حوا کو کس طرح سے زندگی کا بوجھ اُٹھانا پڑتا ہے۔ وہ صرف کاموں کا بوجھ نہیں اُٹھاتی بلکہ وہ کس بے مائیگی اور محرومی کا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہے۔ اسے ہمارے اُردو سفر نامہ نگاروں نے سامنے لانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ انھوں نے بلوچستان کی عورت کی مظلومیت کو اُجاگر کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا ہے اور ایسی مفید معلومات سے قاری کو ہم کنار کیا ہے۔ جس نے ادب کا دامن وسیع تر کر دیا ہے۔ سفر نامہ نگاروں نے اس صنفِ نازک کے حالات، محرومیوں، بے چارگی، درماندگی اور پسماندگی کو عیاں کرنے کی سعی کی ہے اور اس کے درد کی داستان کو زبان دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ زیر نظر مقالے میں بلوچ عورت کی مظلومیت کا عمیق جائزہ پیش کیا جائے گا۔

سرزمین بلوچستان اپنے اندر ایک قدیم ثقافت سموئے ہوئے ہے۔ بلوچستان کی عورت کی مظلومیت کی داستان ایسی دورناک ہے۔ جسے سنکر انسان ششدرہ جاتا ہے کہ وہ لوگ جو خود کو اسلام کے پیروکار گردانتے ہیں۔ اس مذہب کے ماننے والے ہیں۔ وہ نبی پاک ﷺ کی تعلیمات سے کیوں کر روگردانی کرتے ہیں۔ حقدار کو اس کے حق سے کیوں محروم کرتے ہیں۔ اسلام نے مرد اور عورت دونوں کے حقوق برابر رکھے ہیں۔ ایک کے دوسرے پر برابر کے حقوق ہیں۔ اس لیے عورت کو بھیڑ بکری سمجھنا درست فعل نہیں ہے۔ کم از کم اسلام کا نام لینے والوں کو اپنے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN (Online): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

کردار کو بلند رکھنا چاہیے۔ عورت کو دورِ جاہلیت میں نہ صرف پست مقام پر رکھا جاتا تھا۔ بلکہ اب بھی عورت کا استحصال کیا جاتا ہے۔

اسلام نے عورت کو عزت دی اس کے حقوق مقرر کیے۔ مگر پس ماندہ علاقوں میں آج بھی عورت کو کوئی مقام حاصل نہیں۔

> "ہمارے ہاں ان قبائل میں ابھی تک عورت کا مقام کافی پست ہے اس کی شاید جائز وجوہات بھی ہوں گی مگر جوں ہی عورت کام کرنے کے قابل ہوتی ہے گھر کے سارے کام اس کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں۔"(۱)

بلوچی قبائلی دشمن پر رعب ودبدبہ قائم رکھنے کے لیے اس کے خاندان یا قبیلے کی عورت کو بزورِ بازو حاصل کر لیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ ہی اعلان کر دیتے ہیں کہ اگر کسی میں اتنی ہمت ہے اور استطاعت ہے تو وہ اس عورت کو بزورِ بازو چھین کر واپس لے جائے ان کے نزدیک یہ مردانگی کی علامت ہے۔ بلوچستان میں عورت بیچی اور خریدی جاتی ہے۔ جانوروں کی طرح عورتوں کی بھی باقاعدہ نیلامی ہوتی ہے۔ اور سب سے زیادہ بولی دینے والا اسے زرخرید لونڈی کی حیثیت سے اپنے گھر لے جاتا ہے اور اس طریقے سے خریدی عورت کی کوئی عزت نہیں ہوتی تو اس سے پیدا ہونے والی اولاد کی بھلا ان کے معاشرے میں کیا حیثیت ہو گی۔

بقول اسماعیل صدیقی:

> "ایسی ہی چند "شاندار روایتوں" میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ بعض اوقات اس جنس نازک کی باقاعدہ نیلامی ہوتی ہے۔ ایسے ہی جیسے جانوروں اور مال اسباب کی منڈی لگے اور وہاں ان کی بولی دی جائے۔ سب سے زیادہ بولی دینے والا اسے زرخرید لونڈی کی حیثیت سے اپنے گھر لے جاتا ہے۔"(۲)

بلوچستان کے قبائلی تہذیب سے عاری ہیں۔ عورتوں کی عزت اور ان کے حقوق کا خیال نہیں رکھتے۔ ظلم کی حد یہ ہے کہ قبائلی عورتوں کو پاؤں میں جوتے پہننے کی اجازت نہیں ہے اور اگر وہ اس مصیبت زدہ زندگی سے نکلنا بھی چاہیئں تو نہیں نکل سکتیں ہزاروں سال پہلے چین میں عورتوں کو تنگ جوتے پہنانے کا رواج تھا تاکہ ان کے پاؤں پوری طرح نشوونما نہ پا سکیں اور اگر وہ بھاگنا بھی چاہیں تو بھاگ نہ سکیں عورت جسے اسلام نے عزت بخشی اسلامی معاشرے میں عورت کا ایک مقام ہے۔ مگر بلوچستان کی عورت بے مائیگی اور درماندگی کی مورت ہے۔ بے زبان

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

جانور کی سی حیثیت رکھتی ہے۔ بلوچستان کے بیشتر علاقوں میں آج بھی زمانہ قدیم کا دور دورہ ہے۔ چھوٹی موٹی بیماریوں کا تو وہ خود سے جڑی بوٹیوں سے علاج کر لیتیہے اگر حالت زیادہ خراب ہو جائے تو بے چاری گھٹ گھٹ کر دم توڑ دیتی ہے۔ کیوں کہ یہی اس کے مجازی خدا کی مرضی ہے۔ اگر یہی مجازی خدا پیسے والا ہو تو یہ صورتِ حال اس کے لیے سود مند ثابت ہوتی ہے۔ اور اس کی دوسری شادی کی راہ بنا کسی تردد کے کھل جاتی ہے۔ یہاں کی عورت کی حیثیت صرف ایک خدمت گار کی سی ہے۔ بیوی کی صورت میں بنا کسی تنخواہ کے مفت کی نوکرانی میسر آ جاتی ہے یہاں کی عورت اتنی بے وقعت ہے کہ لڑکی کے والدین "زرلب" لے کر اس کی شادی کر دیتے ہیں۔ چاہے مرد جیسا ہی ہو نہ اس کی عمر، نہ کردار کچھ نہیں دیکھتے ہیں۔

انہیں تو بس "زرلب" سے مطلب ہوتا ہے اور یہ بے زبان ہستی ایک کھونٹے سے کھول کر دوسرے پر باندھ دی جاتی ہے۔ اور پوری زندگی بے بسی کی چکی میں پستی رہتی ہے اور کوئی اس سے یہ پوچھنا بھی گوارا نہیں کرتا کہ وہ کیسے اتنا بوجھ اُٹھاتی ہے۔ صبح سویرے اٹھ کر دور دراز چشمے سے پانی لاتی ہے۔ آٹا پیستی ہے، کھانا بناتی ہے، گھر صاف کرتی ہے، جانوروں کی دیکھ بھال کرتی ہے، انھیں گھاس ڈالتی ہے، دودھ دوہنا، گھر کی دیکھ بھال کرنا، بچے سنبھالنا، کھیتی باڑی کرنا، گھر کے تمام لوگوں کے کپڑے سینا غرض کونسا کام ہے جو یہ نہیں کرتی کہنے کو تو یہ صنفِ نازک ہے مگر کام ایسے کرتی ہے جیسے کوئی مشین ہو۔ حتیٰ کہ مشین بھی تھک جاتی ہے اس کی کارکردگی بھی ماند پڑ جاتی ہے۔ مگر یہ وہ ہستی ہے جس کی کارکردگی موت سے پہلے ماند نہیں پڑتی۔ بلوچستان میں لڑکی کی پیدائش باعثِ مسرت سمجھی جاتی ہے۔ جس کے گھر لڑکی پیدا ہوتی ہے وہ خود کو خوش نصیب تصور کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے گھر تو اب دولت برسے گی۔ اگر کسی کے گھر چار پانچ لڑکیاں پیدا ہو جائیں تو اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں ہوتا۔

اسماعیل صدیقی اس سلسلے میں رقم طراز ہیں:

> "روایت کرنے والے روایت کرتے ہیں کہ اگر کسی کے گھر بیٹی پیدا ہو تو گھر والے بڑی خوشی مناتے ہیں کہ ان کے گھر میں بیٹی نے نہیں زر و جواہر نے قدم رنجہ فرمایا ہے اب تو ان کی قسمت کھل گئی ہے۔ خوش بختی ان پر مہربان ہو گئی ہے۔ اب تو ان کے ہاں ہن برسے گا۔"(۳)

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

یوں تو یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بلوچستان میں عورت کو کوئی مقام حاصل نہیں ہے جیسا کہ ان کا حق ہے۔ عورت کو اگر پاؤں کی جوتی نہیں سمجھتے تو سر کا تاج بھی نہیں سمجھتے اندرونِ بلوچستان زیادہ پس ماندہ ہے۔ جب کہ بلوچستان کے وہ حصے جو اتنے پس ماندہ نہیں ہیں۔ وہ عورت کے معاملے میں ان سے قدرے بہتر ہیں اور کچھ معاملات میں عورت کو معتبر مانتے ہیں جیسے کہ اگر دو قبائل میں لڑائی شروع ہو جائے اور کسی صورت ختم نہ ہو رہی ہو۔ تو عورت کے مداخلت کرنے سے لڑائی ختم ہو جاتی ہے۔ براہوئی اس معاملے میں عورت کا احترام کرتے ہیں اور یہ بات ان کی روایت میں شامل ہے۔ اس طرح عورت خون بخشوانے میں بھی معاون ثابت ہوتی ہے اور اس کے کہنے پر اس کے احترام سے خون تک معاف کر دیا جاتا ہے۔

سید شوکت علی شاہ رقم طراز ہیں:

> ''اگر کوئی عورت خون بخشوانے کے لیے ''میٹر'' کے طور پر چلی جائے تو اس کے احترام میں خون تک معاف کر دیا جاتا ہے۔''(۴)

بلوچستان کی یہ صورتِ حال موجودہ دور میں بھی نظر آتی ہے۔ یہاں عورت کو پاؤں کو جوتی تو نہیں کہا جاتا لیکن سر کا تاج بھی نہیں سمجھا جاتا۔ بہتر طبقوں میں ایک آدمی بیویوں میں خود کفیل ہوتا ہے۔ تین تین چار چار بیویاں موجود ہوں تو انھیں کیسے سر کا تاج سمجھا جا سکتا ہے۔ ایک آدھ تاج ہو تو انسان پہن بھی لے جہاں تین چار تاج ہر گھر میں بیک وقت جگمگا رہے ہوں تو امتیاز برتنا مشکل کام ہے۔ اس کے علاوہ بلوچستان کے براہوئی بلوچ عورت کا احترام کرتے ہیں۔ اکثر لڑائیوں اور خون خرابہ روکنے میں خواتین اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ بلوچستان میں چوں کہ قبائلی نظام ہے بہت سارے خون خرابے غیرت اور ادلے بدلے میں بھی کیے جاتے ہیں۔ یہاں انسانی جان کی اگرچہ کوئی قدر و قیمت نہیں ہے مگر عورت کا ان معاملات میں احترام کرتے ہیں اور اس کی مداخلت خون خرابہ روکنے کا پیش خیمہ بنتی ہے۔ یہاں کی عورت ہر دم مرد کی خدمت کے لیے کمربستہ رہتی ہے۔ اس کی زندگی کا اولین مقصد آدمی کی خدمت ہے۔ شوہر کو راضی رکھنا ہی اس کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ اس کے باوجود یہاں کے مرد اپنی بیویوں کے ساتھ کبھی کھانا نہیں کھاتے۔ وہ جتنی دیر کھانا کھاتے ہیں عورتیں ان کی خدمت کے لیے کھڑی رہتی ہیں اور بعد میں بچا کھچا کھانا کھا کر صبر و شکر سے ہنسی خوشی رہتی ہیں۔

بقول چارلس میسن:

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

"براہوئی مرد کبھی اپنی بیوی کے ساتھ کھانا نہیں کھاتا بلکہ وہ کھانے کے دوران اس کی خدمت میں کمربستہ رہتی ہے۔ اور اس کا کھانا پورا ہونے کے بعد بچا کھچا ہنسی خوشی کھالیتی ہے۔"(۵)

بلوچستان کی عورت مرد کے شانہ بشانہ مرد کا ہاتھ بٹاتی ہے۔ وہ اپنے عمل و کردار سے ہر معاملے میں مرد کے لیے فائدہ مند ہے۔ مگر پھر بھی جس مقام کی وہ مستحق ہے وہ اسے حاصل نہیں ہوا۔ بلوچستان میں اگرچہ پردے کا رواج نہیں لیکن بلوچ اخلاق کے معاملے میں بے حد اصول پرست ہیں۔ اگر کوئی عورت آزادی کا غلط استعمال کرتی ہے اور جرم کی مرتکب ثابت ہوتی ہے تو اس کی سزا اس کا مقدر ہے۔ غیرت کے معاملے میں بلوچ جان دینے اور لینے میں دیر نہیں کرتے۔ اصول کے معاملے میں کسی قسم کی رعایت نہیں۔ سیاہ کاری کی سزا صرف موت ہے۔
سید شوکت علی شاہ رقم طراز ہیں:

"اگر کوئی عورت اس آزادی کا غلط استعمال کرے تو پھر سیاہ کاری کی سزا موت ہے ایک خاوند کے لیے یہ اعلان کرنا کافی تھا کہ اس کی عورت سیاہ کار ہے۔"(۶)

مری قبائل بلکہ بلوچستان کے ہر قبیلے کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ بہادر ہیں غیرت مندی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ خون کا بدلہ خون ہے۔ دشمنی چاہے کتنی ہی کیوں نہ ہو مگر عورت، بچے اور ہندو کو کچھ نہیں کہتے اگر دشمن کے گھر کی عورت سمجھوتے کے لیے آجائے تو اس کی عزت رکھتے ہیں۔ اسے خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے۔ مگر اس صورت میں کہ تنازعہ سیاہ کاری نہ ہو۔ غیرت کے نام پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرتے۔ زانی کی سزا صرف موت ہے۔ اور اس معاملے میں کسی قسم کے سمجھوتے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اس معاملے میں یہ پکے مسلمان ہیں اسلامی قانون میں بھی سیاہ کاری ناقابل معافی جرم ہے:

"سیاہ کاری کے معاملے میں بلوچ اور براہوی دونوں ہی قبائل کے سخت قانون رائج ہیں۔ اس جرم کے مرتکبوں کو موقع پر ہی ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اس عمل میں کسی قسم کی رعایت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اگر کوئی بچ کر نکل جائے تو پھر لوگ موقع کے منتظر رہتے ہیں۔"(۷)

بلوچستان میں عورت کے معاملے میں قانون بہت سخت ہیں۔ ان میں کسی قسم کی لچک نہیں ہے۔ عورت کا جرم ثابت ہونا اس کی زندگی کو ختم کر دیتا ہے۔ اسلام میں عورت کی بدکرداری کے جرم میں اسے سنگسار کرنے کا حکم

ہے۔ بلوچ اس حکم کے پابند ہیں اور جرم ثابت ہونے پر غیرت مندی اور اصول پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دونوں فریقین کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔

"سیاہ کاری یا ننگ داری کے معاملے میں قتل کا رواج بھی ایک خالص بلوچی رسم ہے۔"(۸)

باقی معاملات میں بلوچ مذہبی اقدار کا خیال رکھتے ہیں۔ نماز، روزے کے سخت پابند ہیں لیکن وراثت کے معاملے میں اپنے رسم و رواج کے پابند ہیں۔ براہویوں کی طرح بلوچ بھی عورت کو جائیداد کی وراثت سے محروم رکھتے ہیں۔ عورت کا شوہر کے ورثے میں کوئی حق نہیں سمجھا جاتا۔ بیوہ ہونے کی صورت میں عورت کا ورثے میں کوئی حق نہیں مانا جاتا وہ صرف اتنے کی حق دار ہوتی ہے جو وہ اپنے ماں باپ کے گھر سے لاتی ہے اسے وہ واپس لے جانے کا حق رکھتی ہے۔ بلوچ قبائل میں یہ خوبی ہے کہ ان کے ہاں طلاق کا رواج بہت کم ہے۔ عورت کو صرف یہی تحفظ حاصل ہے۔ بے شک آدمی دو شادیاں کرے یا اس سے زیادہ مگر وہ طلاق جیسا فعل شاذونادر اور بہ امر مجبوری ادا کرتا ہے۔ براہوی قبائل میں طلاق شاذونادر ہی دی جاتی ہے۔ ضلع مکران میں سب سے زیادہ طلاق دینے کا رواج ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں:

"عورت کی شکل و صورت پسند نہ آئی، غصہ تیز دیکھا، بد چلنی کا شک ہوا تو بس تین کنکریاں خاتون کے پیچھے پھینک دیں یا تین چٹکی خاک بکھیر دی بات ختم ہو گئی۔"(۹)

بلوچی خاتون کے کردار پر نظر ڈالی جائے تو وہ اپنے کردار و عمل سے ایک بہترین جنس کی غمازی کرتی نظر آتی ہے۔ جیسے وہ ہوش سنبھالتی ہے۔ گھرداری کا بوجھ بخوشی اُٹھاتی ہے۔ حرفِ شکایت زبان پر لانا تو بہت دور کی بات ہے ماتھے پر کبھی شکن بھی نہیں آتی۔ گھر کے کام کاج سے لے کر وہ دستکاری میں بھی مہارت رکھتی ہیں۔ انھوں نے تن کے کپڑوں کو ایسی جلا بخشی ہے کہ ان کا لباس ان کے لیے پوشش فاخرہ بن گیا ہے اور دیکھنے والوں کے لیے قابل رشک بھی۔ کپڑوں پر جوتوں پر گھوڑا گاڑی پر سائیکل کی گدی پر، ٹوپیوں پر، نہایت ہی نفیس شیشے کا کام کرتی ہیں۔ اون کی چیزیں استعمال کے لیے بناتی ہیں۔ اونی کام میں بھی مہارت رکھتی ہیں۔ قالین بانی کے کام میں بھی ان کا کوئی ثانی نہیں۔ دلآویز دھاگوں سے مزین قالین دری بنتی ہیں۔ غرض یہ کہ وہ کونسا کام ہے جو بلوچی خاتون نہ کرتی ہو۔ بلوچستان میں اگرچہ مرد عورت کو اتنی عزت اور اہمیت نہیں دیتا جس کی وہ حقدار ہے۔

زیرِ نظر مقالے کا مقصد بلوچی عورت کے کردار کو سامنے لانا ہے۔ اس حقیقت سے اب انکار ممکن نہیں کہ بلوچی عورت معاشرے میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ہمارے اردو سفر نامہ نگاروں نے بلوچستان کی عورت کا وسیع مطالعہ کر کے اُردو ادب کو مفید معلومات سے ہم کنار کر کے ادب کا دامن وسیع تر کر دیا ہے۔

حوالہ جات

۱. ایم عثمان حسن، "بلوچ اضلاع اور تاریخ" ، پبلشرز سیلز اینڈ سروسز، تقسیم کار: گوشہء ادب کوئٹہ، ص:۶۹۴۔

۲. محمد اسماعیل صدیقی، بریگیڈیئر (ریٹائرڈ)، "آئینہ بلوچستان" ، جنگ پبلشرز، ۱۳ سر آغا خان روڑ، لاہور، ص: ۴۰۔

۳. ایضاً، ص:۳۹۔

۴. سید شوکت علی شاہ، "اجنبی اپنے دیس میں" (بلوچستان پر ایک رپورتاژ)، گورا پبلشرز، ۲۵ لوئر مال، لاہور، ص:۱۳۵۔

۵. چارلس میسن، ترجمہ: ایم انور رومان، پروفیسر، "سفر نامہ قلات" ، پبلشرز بے نظیر انٹرپرائیز، زرغون روڑ کوئٹہ، ص:۴۰۴۔

۶. سید شوکت علی شاہ، "اجنبی اپنے دیس میں"(بلوچستان پر ایک روپور تاژ)، گورا پبلشرز ۲۵ لوئر مال، لاہور، ص:۱۳۶۔

۷. ایم عثمان حسن، "بلوچ اضلاع اور تاریخ" ، پبلشرز سیلز اینڈ سروسز، تقسیم کار: گوشہء ادب کوئٹہ، ص:۱۷۳۔

۸. ملک محمد سعید، دہوار، "تاریخ بلوچستان" ، ناشر: بلوچی اکیڈمی، کوئٹہ، ص:۵۴۔

۹. ایم عثمان حسن، "بلوچ اضلاع اور تاریخ" ، پبلشرز سیلز اینڈ سروسز، تقسیم کار: گوشہء ادب کوئٹہ، ص:۳۱۷۔